استشراقیت

مدثر حسین

# تحریکِ استشراق

یہ بات بجا طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اسلام کو جس قدر نقصان تحریکِ استشراق نے پہنچایا ہے، کسی اور نے نہ پہنچایا ہوگا۔ دینِ اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا ایجنڈا لے کر آگے بڑھنی والی تحریک بلادِ اسلامیہ میں اپنا مکمل نفوذ کر چکی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں مسلمانوں میں بہت سے عناصر، مستشرقین کی زبان بولتے اور انہیں کا لب ولہجہ اختیار کئے ہوئے نظر آئیں گے جن کا ہر اِقدام اسلامی تعلیمات کو مشکوک ٹھہراتا ہے۔

زیرنظر مضمون میں تحریکِ استشراق کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے جس کا مقصد دینی وعصری تعلیم گاہوں کے طلبہ کو اس تحریک سے روشناس کرانا ہے۔

## استشراق

لفظ استشراق عربی مادہ (ش ر ق) سے مشتق ہے جس کے معنی مشرق شناسی کے ہیں۔ اصطلاحاً اس کا استعمال زیادہ قدیم نہیں اس لئے قدیم لغات میں استشراق کا لفظ موجود نہیں، تاہم عربی قواعد کی رو سے استشراق بابِ استفعال ہے، اس باب کے جملہ خصائص ولوازم یعنی اتخاذ وطلب، وجدان اور تحول وتکلف وغیرہ کی جلوہ نمائی صاحبانِ استشراق کے اَحوال وشخصیات سے اور ان کی تخلیقات وتحقیقات میں بہت نمایاں نظر آتی ہے۔ مختصر یہ کہ عربی میں استشراق کے معنی ہوں گے: بہ تکلف مشرقی بننا۔ اور مستشرق سے مراد وہ شخص ہوگا جس نے بہ تکلف مشرقیت اختیار کی یا مشرقی بنا ہوا شخص۔[1]

اُردو لغت میں بھی مستشرق کا کم وبیش یہی مفہوم ہوگا یعنی وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور

[1] شرف الدین اِصلاحی، ماہنامہ معارِف، ص:٦٦، اعظم گڑھ، جولائی ۱۹۸۳ء

علوم کا ماہر ہو۔[1]

انگریزی زبان میں استشراق کیلئے Orientalism کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے، آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کی تصریحات کے مطابق:

''یہ لفظ Orient سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں: مشرقی ممالک یا مشرقی سمت جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے، اسی سے Oriental ہے یعنی مشرقی، جبکہ Orientalism کے معنی ہوں گے: مشرقیت، مشرقی خصوصیات، مشرقی اقدار وعلوم اور فنون وثقافت۔ اور Orientalist سے مراد ایسا شخص ہے جو مشرقی زبان اور علوم وفنون کا ماہر ہو۔''[2]

اس اصطلاح کے لغوی مفہوم اور عصر حاضر میں بکثرت استعمال کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اہل مغرب کا مشرق کے تہذیبی ورثے، تاریخ، زبان، اَدب، فنونِ لطیفہ اور علوم و اَطوار کا مطالعہ استشراق کہلاتا ہے۔[3]

اور مستشرق ایک ایسے غیر مشرقی عالم کو کہتے ہیں جو مشرقی علوم وفنون، مذاہب اور تہذیب و معاشرت وغیرہ میں دلچسپی رکھتا ہو۔

## تحریکِ استشراق کا آغاز

تحریکِ استشراق کو اگر خلافِ اسلام سرگرمیوں تک محدود کیا جائے تو اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز ظہورِ اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کرنے سے پہلے بھی، اہل مغرب کی طرف سے اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف بالخصوص بغض و عداوت کا اظہار وقتاً فوقتاً تاریخ کے مختلف اَدوار میں ہوتا رہا۔

ظہورِ اسلام کے بعد سے کوئی چار ساڑھے چار سو سال تک اسلام اور نبی کریم ﷺ کے حوالے سے ان کی مخالفت ومخاصمت کا عام اَنداز یہی رہا۔ اس تمام عرصہ میں مغربی دُنیا اس قابل نہ ہوسکی کہ وہ حقائق و واقعات کا صحیح اِدراک کرسکے۔ اس صورتحال کا اصل سبب یہ تھا

---

[1] فیروز الدین، فیروز اللغات ۲/ ۴۱۷۔

[2] Oxford English Dictionary, Oxford university press, London 1998, Page 817-18.

[3] محمد حسین علی الصغیر، المستشرقون والدّراسات القرآنیة، ص: ۱۱۔

کہ سنی سنائی باتوں غلط فہمیوں اور خود ساختہ مفروضات نے انہیں اس قابل ہی نہ رکھا کہ وہ اسلام کی حقیقی تصویر دیکھ سکیں۔

- چنانچہ ساتویں صدی عیسوی کے وَسط میں ایک عیسائی پادری جان آف دِمشق نے نبی پاک ﷺ کے بارے میں طرح طرح کے من گھڑت افسانے لوگوں میں پھیلا دیئے اور اس کی یہی خرافات مستشرقین کا ماخذ و مصدر بن گئیں۔ جان اور اس کے پیروکاروں نے رسولِ کریم ﷺ کونعوذ باللہ بے دین اور جھوٹا نبی قرار دِیا، اور آپ ﷺ کی ذاتِ اَقدس پر جنسی وشہوانی اِلزامات کی بھرمار کردی۔
- قرونِ وسطیٰ کے تمام مصنّفین نے جان آف دمشق کی پیروی کرتے ہوئے سیرتِ رسول ﷺ کو خوب بگاڑا اور ختم الرسل ﷺ کی ذات با برکات کو افراط وتفریط کے سانچوں میں رکھ کر ظن وتخمین کے سہارے پیش کردیا۔

بارہویں صدی عیسوی کے آخر تک صرف دو مستشرق ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے نبیٔ کریم ﷺ کی سیرت کا مثبت انداز میں مطالعہ کیا:

① ہسپانوی یہودی پیٹر الفانسی (Peter Alponsi)

② ولیم آف مالمسبری (Walliam of Malmesbury)

یہ تحریکِ استشراق کا ابتدائی دور کہلاتا ہے۔

- گیارہویں سے تیرہویں صدی عیسوی میں صلیبی جنگوں میں صلیب سرنگوں ہوگئی اور تمام تر تیاریوں کے باوجود دُنیائے اسلام کو زِک پہنچانے کا منصوبہ ناکام ہوا تو اُنہوں نے حکمتِ عملی تبدیل کرتے ہوئے تعلیم وتحقیق کی آڑ میں اسلام کے عقائد اور نبیٔ کریم ﷺ کی شخصیت پر دشنام طرازی شروع کردی اور فیصلہ کیا گیا کہ اب پادری، راہب، قصہ گو اور شاعر کی بجائے مغربی دُنیا کے عقلا وفضلا دَرس وتدریس کی مسندوں پر فائز ہوکر تحقیق کریں گے تاکہ ان کے نفرت وعداوت کے جذبات کی تسکین بھی ہو اور علم وتحقیق کے حوالے سے ان کا رعب ودبدبہ بھی قائم ہوجائے۔
- سترہویں صدی کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ عامیانہ خیالات کی بجائے عربی

تصانیف پر کسی قدر تاریخ اسلام و سیرتِ پیغمبر ﷺ کی بنیاد قائم کی گئی، لیکن دِلوں کے اندر موجود کدورت کم نہ ہوسکی، چنانچہ ولیم بیڈویل Walliam Bedwell 1561-1632 نے نہایت بے باکی سے کام لیتے ہوئے Mohammad imposter (محمد کاذب، والعیاذ باللہ) لکھی اور شانِ اَقدس میں حد درجہ گستاخی سے کام لیا۔ سترہویں صدی میں ہی آندرے ڈورائر Andredurayer نے قرآنِ حکیم کا فرانسیسی ترجمہ کیا اور اسی ترجمے کی بنیاد پر الیگزنڈر راس Alexander Ross نے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا، مذکورہ بالا تراجم حقائق سے دور اور انتہائی غیر معیاری تھے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ محمد کے پاس ایک سدھایا ہوا کبوتر ہے جو ان کے کان میں سرگوشی کرتا ہے تو وہ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ وحی کا نزول ہورہا ہے۔ سترہویں صدی عیسوی تک کا دور، تحریکِ استشراق کا وسطی دور کہلاتا ہے۔

- تحریکِ استشراق کا جدید اور منظم دور اٹھارویں صدی عیسوی سے شروع ہوا جس میں تمام تر مذہبی، سیاسی اور استعماری عزائم کے باوجود مستشرقین کے رویہ میں کچھ نرمی اور لچک پیدا ہوگئی اور ولندیزی مستشرق ریلان H. Reland نے ۱۷۰۴ء میں اپنے ہم مشربوں سے مطالبہ کیا کہ تاریخی انصاف کے ترازو میں ہمیں اسلام کو بھی تولنا چاہئے۔ اس نے سیرتِ نبوی ﷺ کو بیان کرتے ہوئے مثبت انداز اختیار کیا۔[1]
- بیسویں صدی عیسوی کو تحریکِ استشراق کا عروج کہا جاتا ہے اس میں ہر اعتبار سے استشراقی سرگرمیوں کو فروغ ملا۔

عہدِ جدید اپنے جلو میں نت نئے رجحانات لے کر آیا۔ سیاسی وعسکری اور معاشی وسماجی سطح پر بہت سے نظریات سے اِنحراف کیا گیا اور کئی نئے نظریات نے جنم لیا۔ تہذیب وتمدن کے تنوع نے حالات ومسائل کی نوعیت کو بڑی حد تک بدل ڈالا، اب وہ مستشرقین کی بجائے وہ مشیر Advisor یا ماہرِ علاقائی مطالعہ Area study specialist کہلوانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔[2]

---

[1] بحوالہ نقوش، رسول نمبر، ڈاکٹر نثار احمد، ص:۵۰۔

[2] ڈاکٹر اَکرم چوہدری، استشراق، ص:۵۷۰، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

یوں تو مستشرقین نے اسلامی عقائد وعلوم کے سبھی پہلوؤں کو موضوع بحث بنایا جن میں تفسیر، فقہ، حدیث، تصوف، تاریخ اسلامی اور عربی زبان و اَدب شامل ہیں، لیکن ان کا خصوصی ہدف ہمیشہ قرآن کریم اور سیرتِ رسول ﷺ رہا۔

قرآن کے حوالے سے سبھی مستشرقین نے قرآن حکیم کی موجودہ ترتیب کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے طور پر قرآنی سورتوں کی ترتیبِ نزولی معین کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ترتیبِ نزولی کو اس لئے زیادہ اہمیت دیتے ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعے رسول کریم ﷺ کے افکار ونظریات میں ارتقا ثابت کرتے ہوئے مختلف آیات اور سورتوں کو آپ ﷺ کی وقتی ضروریات کے پورا کرنے کا ذریعہ ثابت کرسکیں اور اس طرح قرآن کریم کو خالص الوہی پیغام کی بجائے انسانی کوشش ثابت کیا جاسکے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ''عیسائی انجیل کے بغیر رہ سکتے ہیں، لیکن مسلمان قرآن کے بغیر نہیں رہ سکتے۔''

قرآن کے بعد مستشرقین کا خصوصی ہدف آنحضور ﷺ کی ذات بابرکات رہی ہے اور آپ ﷺ پر مستشرقین کے الزامات کی ایک طویل فہرست ہے جن کی حیثیت ہفوات کے سوا کچھ بھی نہیں، ان میں سے چند ایک نقل کفر، کفر نہ باشد کے تحت نقل کی جاتی ہیں:

① یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ آپ ﷺ کا اسم گرامی 'محمدؐ' نہیں بلکہ ماہومٹ (Mahomet) یا ماہوند (Mahound) تھا جس کا مطلب 'تاریکی کا شہزادہ' ہے۔

② آپ ﷺ مخالفِ مسیح (Anti-Christ) اور دشمن عیسائیت تھے۔

③ بت پرست، دھوکہ باز اور جعل ساز تھے۔

④ نزولِ وحی کے وقت مرگی کا دورہ پڑتا تھا۔

⑤ مکار اور جھوٹے نبی تھے۔

⑥ مذہب کے پھیلاؤ کیلئے تشدد اور تلوار کا سہارا لیا۔

⑦ موقع اور مفاد پرست تھے۔

⑧ جنسی تسکین کیلئے ایک سے زیادہ شادیاں کیں۔ (نعوذ بالله من هذه الهفوات)

غرض اسی طرح کے اور بے شمار الزامات اسلام اور نبیٔ کریم ﷺ پر لگائے گئے جن کو

اِحاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔

مستشرقین کے اندازِ تحقیق کے حوالے سے مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اسلامی تاریخ و ثقافت کے مختلف موضوعات پر لکھتے ہوئے مستشرقین کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے سیاسی اور دینی مقاصد کے پیش نظر کمزور پہلوؤں کی تلاش میں رہتی ہے اور کسی شہر کے بلدیہ انسپکٹر کی طرح جو شہر کے خوبصورت مناظر اور حُسن سے بے نیاز، محض گندگی کے ڈھیروں ہی کو دیکھتا ہے، یہ مستشرقین بھی ایسے نکتے تلاش کرکے لاتے ہیں جس سے (اسلام کے بارے میں) عفونت اور گندگی کو اُچھالا جاسکے اور یہ اپنے قاری کیلئے مائیکرو سکوپ کے ذریعے چھوٹے چھوٹے نقطوں کو سمندر اور ذروں کو پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں۔''[1]

## مستشرقین کی علمی کاوِشوں کا اِعتراف

اس حقیقت کا اعتراف بھی صاحب علم و دانش کا علمی و اخلاقی فرض ہے کہ متعدد مستشرقین نے 'مخصوص مقاصد' کے پیش نظر اپنی علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے، اسلامی ورثے کی بہت سی کتابوں کو مٹی کی دبیز تہوں سے نکال کر، سورج کی روشنی دکھائی اور اس کام کیلئے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔

مشہور مستشرق اے جے ونسنک A. J. Wensinck نے انتہائی عرق ریزی سے احادیث کی تخریج کیلئے ایک مفصل انڈکس المعجم المفھرس لألفاظ الحديث النّبوي تیار کیا۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب الإصابة في تمييز الصحابة کو ایڈٹ کیا۔ ایڈورڈ ولیم لین نے عربی، انگریزی ڈکشنری مرتب کی جو Arabic English Lyicon کے نام سے مشہور ہے۔ فلاشیر نے تفسیر البیضاوي اور زمخشری کی المُفصّل شائع کی۔ وسٹنفلٹ نے وفیات الأعیان لابن خلّکانؒ، تهذيب الأسماء للنوويؒ، طبقات الحفاظ للذهبيؒ، کتاب المعارف لابن قتیبةؒ، السّيرة لابن هشامؒ اور معجم البلدان للیاقوت الحمويؒ جیسی کتابیں تحقیق کے بعد شائع کیں۔

---

[1] سید اَبوالحسن علی ندوی، اسلامیات اور مغربی مستشرقین ومسلمان مصنفین، ص: ۱۲-۱۱۔

یہ تمام تصنیفات اور تحقیقی کاوشیں اس بات کی دلیل ہیں کہ ان کے مصنفین و مرتبین نے انتہائی عرق ریزی سے کام کیا۔

مستشرقین کی ان گرانقدر کاوِشوں سے مسلمانوں کا علمی ذخیرہ محفوظ ہوا، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مستشرقین کا ایک بڑا طبقہ ہمیشہ اس کوشش میں رہا کہ اسلام، رسولِ کریم ﷺ، شریعتِ اسلامیہ اور اسلامی علوم وفنون میں کمزوریاں اور غلطیاں تلاش کرے اور انہیں ہولناک انداز میں پیش کرے اور مسلمانوں کے اذہان میں ایسے بیج بوئے جائیں کہ وہ اپنے مستقبل سے نا اُمید، حال سے بیزار اور ماضی سے بدگمان ہوجائیں۔

تحریکِ استشراق اور مستشرقین پر تنقید کے ساتھ ساتھ ملتِ اسلامیہ پر بالعموم اور علمائے اسلام پر بالخصوص یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عالمی برادری کو صحیح طور پر باور کرائیں کہ کردار سازی کیلیے رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا کما حقہ تعارُف کرانا صرف مسلمانوں کی ہی ذمہ داری ہے۔

اگر عالم اسلام مغرب کی پیدا کردہ کدورت ونفرت کو دور کرکے اسلام کی صحیح اور عملی تصویر پیش نہ کرسکا تو یہ تاریخِ اسلام کا عظیم ترین سانحہ ہوگا جس کی تلافی شاید ممکن نہ ہو۔

☆ ...... ☆ ...... ☆